بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وما ارسلنٰک الاّ رحمت للعالمین

امابعد:۔

اللہ اللہ کیا شان ہے ہماری کہ ہم کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا۔اور سب سے بڑے فخر وعنایت کی بات ہے کہ اس نے ہمیں نبی آخر الزمان رحمت للعالمین سرورکونین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا شرف بخشا۔اللہ کی شان بیان کرنے کے لئے سارے سمندروں کو روشنائی، آسمان کو کاغذ اور دنیا کے درختوں کو قلم بنالیں، ساری زندگی لکھتے ہی رہ جائیں تو شاید تھوڑا حصّہ بھی اس پاک ذات کی شان میں لکھ پاسکیں۔اس نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا کیا۔خاص کر ہم مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا، جس کی آرزو حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کی تھی، جس کی دعا حضرت خلیل اللہ نے کی تھی، جس کی نوید جناب عیسیٰ نے دی تھی۔

آج کے اس تحریری مسابقہ میں صرف ایک پہلو، حضورؐ کے اعلیٰ ترین امن ساز ہونے پر روشنی ڈالیں گے۔ہم گنہگار بندے آپ کی شان میں کیا لکھ سکتے ہیں۔کیونکہ شاعر کا کہنا ہے کہ ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقّه　　بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

جس کو دنیا کے بڑے سے بڑے علماء اور اولیاء نے بھی زندگی بھر تبلیغ کرنے سے بھی یہ کام پورا نہ ہوسکا۔پھر بھی ہم یہاں اس ہمت سے آئے ہوئے ہیں کہ جو کچھ ہمیں معلوم ہے اس کو تو ظاہر کریں۔آیئے تھوڑا پہلو بہ پہلو غور کریں اور دیکھیں کہ حضور کس طرح وما ارسلناك الاّ رحمته للعالمین بن کر دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

دنیا میں آج بھی بدامنی پھیلی ہوئی ہے، کہیں کسی بات پر جھگڑا ہے کہیں کچھ۔یہ سب انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے۔اس پہلے بھی دنیا نے بیسویں صدی عیسوی میں دو بڑی جنگیں دیکھیں۔اور آج کل تیسری جنگ عظیم کا خطرہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ان خطروں کو روکنا ہے تو اللہ ہی ہے۔مگر اس دنیا میں انسان نے بھی کچھ کیا ہے۔امن کے لئے اقوام متحدہ بنایا گیا اور اس کے جنرل سکرٹری یوتھانٹ کو امن قائم کرنے کے لئے نوبل امن

انعام دیا گیا۔مگر آج کی دنیا سے بھی بدترین حالات حضور کی بعثت سے قبل کے تھے۔ایسے امن قائم کرنے والے کو کون کیا انعام اور لقب دے سکتا ہے۔وہ تو صرف وہی ہے جس کو چاہے کر سکتا ہے۔

اس بارے میں یہ بھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کے ساتھ مائی حوّا کو بھی۔ان دونوں کے پیچھے ایک اور بھی تھا جس کو شیطان کہا جاتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ شیطان کو پیدا نہ کیئے ہوتے تو شاید یہ دنیا جنت ہی میں بدل جاتی۔مگر اللہ کی حکمت کو کون جانے۔اس نے شیطان کو بھی پیدا کیا اور اس دنیا میں بدامنی اور وسوسہ کینہ بھی اسی سے پیدا کیا آج اسی کے کرتوتوں ہیں کہ ہم سب کو اس سے مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسولوں کو بھیجا تاکہ اس کے بندوں کو راہ راست پر لا سکیں۔انبیاء میں سب سے آخری نبی اور رسول ہمارے اور آپ کے آقا ساقیءِ کوثر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انہیں پر رسولوں کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔آیئے حضور کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل دنیا کی حالت کا جائزہ لیں جہاں بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔

چین میں وہاں کے کنفوشیش کا قائم کردہ اخلاقی نظام پارہ پارہ ہو چکا تھا۔بدھ مذہب اپنی تعلیمات کی طرف قوموں کو آگاہ کر رہا تھا وہاں کے حکمرانوں میں خانہ جنگی پیدا ہوگئی تھی۔

ہندوستان میں ذات پات کے جھگڑے پیدا ہو گئے تھے۔عوام اپنے لاتعداد دیوتاؤں کی پرستش میں مبتلا تھے۔گوتم کی تعلیمات کچھ عرصہ سے مفید اثرات مرتب کر رہی تھیں۔لیکن امتداد زمانہ سے خود وہ مذہب ہندوستان کی حدود سے باہر نکل گیا۔ہرشا اپنے فتوحات میں مست تھا۔پلکیشی نے ہرشا کو شکست دی تو ہندوستان میں مدت دراز تک خانہ جنگیاں پھیل گئیں اور برس تک یہ خانہ جنگی جاری رہی۔

ترکستان میں ہونس (huns) تبت پر چھا گئے۔اس علاقے میں نہ کوئی تمدن تھا نہ اخلاقی بلندی۔انسانی خدمت اور سماج کی بھلائی کی کسی کو فکر نہ تھی اور نہ اس کا کوئی نشان۔خودغرضی اور نفس پرستی کا دوردورہ تھا۔

یورپ میں یونانیوں کے علم و فضل کا دوردورہ اور ان کی شاندار حکومتوں کا عہد ختم ہو چکا تھا۔اس کی جگہ رومیوں کی حکومت نے لے لی۔وہ بھی مغربی اور مشرقی سلطنتوں میں بٹی ہوئی تھیں۔مغربی رومیوں پر جرمنی کے وحشی قبائل نے تاخت وتاراج شروع کر دی تھی اور وہ روما کے بھی مالک بن بیٹھے۔اگرچہ ان وحشی فاتحین نے عیسائی مذہب قبول کیا۔مگر ان فوجوں میں نہ تو محبت تھی اور نہ ہی مروت۔

مشرقی رومی حکومت اپنے ہم سایہ ایران سے صدیوں تک لڑتی رہی۔ایرانیوں نے مصر،شام پر تاخت وتاراج

شروع کردی۔

حبش بھی انہیں خرافات میں مبتلا تھا۔ حبشیوں نے ایران پر فوج کشی کی۔ یمن پر قبضہ کرلیا اور پھر خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے۔

غرض جدھر دیکھو ادھر بدامنی ہی بدامنی اور مادّی زندگیوں کے جھمیلوں میں گرفتار تھی۔ اخلاق و کردار، ذہن اور روح کی سدھار کا کسی قوم کو خیال نہ رہا۔ خانہ ساز بتوں کی پوجا ہر جگہ جاری تھی۔ صرف یہودی اور عیسائی ہی نہیں بلکہ دنیا کی ساری قومیں حقیقی معنوں میں اپنے رہنماؤں اور پیشواؤں کے پیرو نہیں رہیں۔ اخلاق و کردار اپنے انتہائی نقطۂ زوال کو پہنچ چکے تھے۔ ظھر الفساد فی الارض فی البرّ والبحر کی تعبیر ساری دنیا میں پھیلی ہوی تھی۔

اہل عرب کی حالت تو اس وقت بہت ابتر تھی۔ عرب کے یہودی اور عیسای تو دنیا میں اور جگہ رہنے والے یہود و نصٰری سے بھی زیادہ گمراہ ہو گئے تھے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا اور عیسائی حضرت مریم کو اللہ کی بیوی اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا۔

اہل عرب کا حال دیکھئے وہ زنا کاری، شراب خوری میں مبتلا، جوّا، سود کا لین دین عام تھا۔ ان سب گناہوں پر شرمسار ہونے کے بجائے وہ بڑے فخر سے مباحات کا اظہار کرتے۔ اپنے بیوی اور بیٹیوں کو اپنی نفسانی خواہشات کے لئے رہن رکھ دیتے تھے۔ لوٹ مار، رہ زنی، غارتگری سبھی ان کا دلچسپ مشغلہ بن گیا تھا۔ گوشت خور قومیں جانوروں کو ذبح کرنے کے بجائے نہایت بے دردی سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھا جاتے۔ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ چاند اور سورج، دریا، پہاڑ، درخت اور پتھر ان لوگوں کے معبود اور مسجود بن گئے۔ بات بات پر خانہ جنگی شروع ہو جاتی اور قبیلہ کے قبیلہ کٹ مرجاتے۔ اسی لئے مولانا حالی کو کہنا پڑا ؂

کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا　　　کہیں آگ بجتی تھی واں بے محابا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا　　　بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہی کے تھا قید کوئی

قبیلے قبیلے کا اک بت جدا تھا　　　کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّٰی پر وہ نائلہ پر فدا تھا　　　اس طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابر ظلمت میں مہر انور

اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر   تو خوف شماتت سے بے رحم مادر

پھرے دیکھتی جو شوہر کے تیور   کہیں زندہ گاڑ آتی تھی جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی

جنے سانپ کوئی سانپ جننے والی

غرض عرب کی جہالت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو پیدا کیا جو اس دنیا کے فتنہ وفساد، اخلاق کردار سے گری ہوئی اس دنیا کو جھنجھوڑ کر جگائے اور ان کے اندر امن وامان بھر دے اور ان کے اندر کے تعصب اور دشمنی کو نکال کر رنگ ونسل کا امتیاز مٹا دے۔ ان میں مساوات بھر دے برادری کا سبق دے، ان کے ذہنوں کی گرہیں کھول دے، انسانوں کو ان کے بنیادی اخلاق وکردار کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرے۔

اللہ پاک جو اپنے بندوں پر بے حد رحیم وکریم وشفیق تھے انسانوں کو اس ضلالت وگمراہی پر رحم کھا کر ان کی ہدایت کے لئے اپنے جامع رسول محمدؐ رسول اللہ کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔

دعائے خلیل اور نوید مسیحا   ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

حضورؐ کے دنیا میں آنے سے قبل ہی والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ دنیا میں یتیم پیدا ہوئے۔ آپ کے پیدا ہوتے ہیں آپ کے دادا عبدالمطلف نے آپ کے قبیلہ قریش کو کعبۃ اللہ میں جمع کیا اور حضرت کو وہاں لے گئے اور آپکا نام محمدؐ رکھا، جس کا مطلب تھا قبول کیا ہوا۔ جب آپ نے یہ نام رکھا تو اہل قبیلہ دنگ رہ گئے۔ آپکی والدہ نے آپ کا نام احمد رکھا۔ جس کا مطلب ہے زیادہ تعریف کیا ہوا۔ جب آپ چھوٹے تھے تو آپ کو پرورش کے لئے دائی حلیمہ کے حوالے کیا گیا، وہاں آپ تربیت پائے اور پانچ برس کی عمر میں لوٹایا گیا۔ آپ کی شان بچپن ہی سے نرالی تھی۔ آپ وحدت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور دنیا کے ان بتوں کی پوجا ان دنوں بیت اللہ میں ۳۶۰ بتوں کی پوجا ہوتی تھی آپ ان تمام چیزوں سے بیزار رہتے تھے۔ جب آپ ابھی اپنے مادر بطن میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت دی تھی کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں اس ولادت باسعادت کے وقت دنیا میں بعض عجیب واقعات رونما ہوئے۔ جیسے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے اثر سے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ بحیرہ حلر بہ خشک ہو گیا اور فارس کی آگ جو ہزاروں برسوں سے روشن تھی یکا یک ٹھنڈی پڑ گئی۔ شاید خدا اس بات کو ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اب فارس و

شام میں زوال آجائے گا، گناہوں کا سمندر خشک ہو جائے گا اور غیر اللہ کی پرستش مٹ جائے گی اور خدائے وحدہٗ لا شریک کی عبادت کی جانے لگے گی۔

جب آپ تقریباً چھ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے پرورش کی مگر یہ سہارا بھی دو برس بعد چھوٹ گیا۔ عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق آپ کو ابوطالب کی کفالت میں دیا گیا۔ اس زمانے میں ملک عرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج کم تھا اس لئے آپ کو بھی پڑھنے لکھنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ اس میں بھی خدا کا بہت بڑا راز تھا۔ اگر حضورؐ عالم ہوتے تو اس زمانے کے عرب شاید قرآن پر ایمان نہ لاتے۔ پھر آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے وما كنت تتلو من قبلهٖ مِن كتاب وَتخطّهُ بيمينك اذاً لارتاب المبطلون۔

غرض آپ اس زمانے کے دستور کے مطابق بکریاں چروایا کرتے تھے، آپ اس زمانے میں اپنے چچا کے ساتھ تجارت کرنے جاتے تھے اور آپ اتنے امانت دار اور صادق تھے کہ آپ کو سارا شہر مکہ امین اور صادق کے نام سے پکارا کرتا۔ آپ کے اس امین اور صادق کے لقب سے مشہور ہونے پر حضرت خدیجہ نے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت خدیجہ مالدار تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت سے مالا مال کر دیا اور یہ ساری دولت آپ نے اشاعت اسلام کے لئے خرچ کر دیا اپنے بچوں کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔ آپ (خدیجہ) کے انتقال کے بعد بھی آپ ان کا ذکر کرتے تھے۔

قیام امن کی پہلی کوشش:۔

عرب کے لوگ معمولی باتوں پر جھگڑتے تھے۔ یہ لڑائی نسلاً جاری رہتی۔ حضور انورؐ جس طرح عربوں کی بت پرستی اور لہولعب کے کاموں میں شریک نہیں ہوتے تھے، اسی طرح ان کی باہمی لڑائیوں میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے۔ صرف ایک مرتبہ حضرت نے ان قبائل کی لڑائیوں میں ثالث کے طور پر حصہ لیا۔ اس لڑائی میں آپ نے قریش کو حق بہ جانب پایا۔ آپ نے فریقین میں اس شرط پر صلح کرادی کہ وہ دونوں ہر مظلوم کی اعانت کریں گے اور کسی ظالم کو مکہ میں ٹھہرنے اور فساد پھیلانے کا موقع نہ دیں گے۔ یہ لڑائی قبیلۂ قریش اور قبیلۂ قیس کے درمیان ہوئی تھی جو حرب فجار کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل نبوت آپ کتنے امن پسند تھے اور مظلوموں کے کس قدر حامی تھے۔

قیام امن کا دوسرا کارنامہ:۔

اس زمانے کا دوسرا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ایک مرتبہ مکہ میں زور سے بارش ہوئی۔سیلاب کی وجہ سے کعبۃ اللہ کو بہت نقصان پہنچا،اس کی دیواریں بہت خستہ ہوگئیں۔ان کے گر جانے کا اندیشہ تھا۔کعبۃ اللہ کو دوبارہ تعمیر کرنا ضروری سمجھا گیا۔عرب کے تمام قبائل خانۂ کعبہ کو عزت واحترام سے دیکھتے تھے۔اس کی تعمیر میں عملی حصہ لینا شرف و برکت کا سبب تھا۔کوئی قبیلہ اس سعادت سے محروم رہنا نہیں چاہتا تھا۔چنانچہ متولیان کعبہ،قریش نے سب قبیلوں کے نمائندوں کو جمع کیا اور مشورے کے بعد مختلف تعمیری کام مختلف قبیلوں کے سپرد کیا گیا۔سبھوں نے ذوق وشوق سے ان کاموں میں حصہ لیا کعبۃ اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی۔

جس وقت حجراسود کو اس کی مقررہ جگہ پر نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آئے۔ظاہر ہے کہ جو قبیلہ یہ شرف حاصل کرتا ہے دوسرا قبیلہ اس سے محروم رہتا۔چنانچہ تکرار شروع ہوئی۔اصرار اور ضد اس حد تک پہنچی کہ باہم مقابلہ کی نوبت آن پہنچی۔قریب تھا کہ تلواریں بے نیام ہو جائیں اور خانۂ کعبہ میں ایک اور مرتبہ انسانی خون بے دریغ بہنے لگتا۔خدا نے عین وقت پر سارے قبیلوں کو سمجھ عطا کی اور اس فیصلے پر پہنچے کہ جو شخص کل سویرے خانۂ کعبہ میں سب سے پہلے آئے گا اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کا فیصلہ کرے۔ اتفاقاً حضورؐ سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں آئے تو سب لوگ خوش ہوئے اور آپ نے جو فیصلہ کیا اس کو سبھوں نے مان لیا۔آپ نے آپ کی چادر مبارک بچھائی اور اس میں اپنے مبارک ہاتھوں سے حجراسود کو رکھا اور ہر ایک قبیلہ کے نمائندوں کو چادر تھام کر مقررہ جگہ پر چلنے کو کہا تو سبھی قبیلہ کے سرداروں نے حجراسود کو مقررہ مقام لے گئے اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کو اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔اس طرح یہ فیصلہ کیا گیا اور ایک بہت بڑے فتنہ یا جنگ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ چھٹکارا دلایا۔

ان دونوں واقعات سے پتہ چلا کہ حضور کتنے امن پسند تھے اور اپنے خاندانوں میں کیسا امن قائم کیا۔

یہ دونوں واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں۔اور نبوت کے بعد بھی کئی واقعات پیش آتے ہیں جن کو ذیل میں بیان کرنے کی انشاءاللہ کوشش کی جائے گی۔

جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کی دولت سے مالا مال کیا اور قرآن جیسی دولت سے نوازا جس کو آج بھی ہم صحیح انداز میں دیکھ رہے ہیں۔

پہلے پہل تو آپ مکہ میں بالکل خاموش تبلیغ فرماتے رہے۔تین سال بعد جب حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام قبول فرمانے کے بعد اسلام علانیہ طور پر منظر عام پر آیا۔ یہاں پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ عام طور پر دوسری قومیں اسلام کو بدنام کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، مگر یہ بالکل غلط الزام ہے۔ اگر اسلام میں سادگی متانت نہ ہوتی تو اسلام ہرگز نہ پھیل سکتا تھا۔ کیا اس جہالت کے دور میں کوئی آدمی تلوار کے زور سے اسلام قبول کر سکتا تھا؟ اور پھر حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ جیسے لوگ تلوار کے زور سے اسلام قبول کر سکتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر اسلام اس وقت تلوار کا زور استعمال کرتا تو کیا عرب اتنے ڈرپوک تھے کہ اس کو قبول کر لیتے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ تو مشہور جنگجو بہادر تھے۔ ایسے جنگجو اور جاہلوں کا اسلام میں کی دولت سے مالا مال ہونا خود ان کا اسلام لانا ہی گواہ ہے۔ اسلام میں امن اور شانتی تھی جس سے یہ لوگ اس کے پلہ میں آ گئے اور رہتی دنیا تک امر بن گئے۔ اسلام کا دن بدن پھیلتا جانا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ حضورؐ بالکل امن پسند تھے۔ اس طرح تیرہ سال تک مکہ میں زندگی گذارنے کے بعد جب مکہ میں ظلم و زیادتی بڑھ گئی یہاں تک کہ آپ کی جان بھی خطرہ میں تھی تو اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو ہجرت کرنے کا حکم کیا۔ اس میں بھی امن کی ایک بات چھپی تھی۔ اگر حضور چاہتے تو اس دن سارے مسلمان آپ کے گھر پر پہرہ دے سکتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلا کر یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے نکل گئے اس طرح سے آپ پورے امن کے ساتھ غار ثور میں آپ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جا پہنچے۔ تین دن بعد یثرب کو روانہ ہونے کے لئے نکلے ہیں اور آپ کے پیچھے دشمنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ کو پکڑنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایسے وقت میں آپ کا پیچھا کرتا ہوا سراقہ آ نکلتا ہے قریب تھا کہ آپ کے پاس آ تا مگر حضورؐ کی دعا سے اس کا گھوڑا وہیں الف ہو گیا اور سراقہ آپ سے امن کا طلبگار ہوا، تو آپ اس کو امن دے دیتے ہیں اور پیشین گوئی کرتے ہیں کہ میں تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ اتنا سننا ہی تھا کہ وہ واپس لوٹ کر آنے والوں کو واپس لے جاتا ہے، اور یہ پیشین گوئی حضرت عمرؓ کے زمانے میں پوری ہوتی ہے۔

مدینہ پہنچنے سے قبل آپ کا قیام قبا نامی جگہ میں ہوتا ہے وہاں آپ ایک مسجد کی تعمیر کرتے ہیں، مدینہ کی راہ لیتے ہیں۔ وہاں آپ کے استقبال کے لئے سارے انصار و مہاجر صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی بیویاں گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر استقبال کر رہی ہیں۔ اور انصار کی بیٹیاں دف بجا بجا کر گاتے ہوئے آپ کا استقبال کرتی ہیں، اس طریقہ سے سارے مدینہ میں استقبال کیا جاتا ہے اور پھر آپ کا قیام حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر ہوتا ہے چند دن کی مہمانی کے بعد آپ مسجد نبوی کی تعمیر فرماتے ہیں۔

آپ نبوت کے تین یا چار سال بعد جب طائف وغیرہ کی مصیبتیں سہہ کر خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اگر تیرا غضب مجھ پر نازل ہو رہا ہے تو مجھے اس سے بچا۔ اگر تو اس میں تیری رضا منظور ہے تو مجھے اس میں ثابت قدم رکھ، کیونکہ یہ تکلیفیں مجھ سے نہیں سہی جاتر ہی ہیں۔ اتنا سننا ہی تھا کہ رحمت خداوندی جوش میں آجاتی ہے اور ایک ہی رات میں بیت المقدس، مدینہ اور آسمانوں کی سیر کے بعد اپنے قریب بلا کر نماز کا تحفہ عطا کر کے واپس بھیج دیا۔ اس واقعہ کو معراج کہتے ہیں۔ اس معراج کے وقت آپ کو بتایا گیا تھا کہ مدینہ ہی وہ جگہ ہے جہاں سے آپ کو دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کرنی ہے۔ آج وہی بات سامنے آ گئی تھی۔ آپ کے دنیا میں تشریف لانے کے بعد دنیا کے سارے ادیان منسوخ ہو گئے تھے۔ اسی کے بعد اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔

جب آپ مدینہ آئے تو یہاں بھی کافر یہودی اور منافقوں نے خاموش نہ بیٹھے۔ مدینہ میں ہی یہ حکم نازل ہوا تھا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے، تو آپ کے اس اعلان کے ساتھ ہی مدینہ کی گلیوں سے شراب کی ندی بہہ نکلی اور شراب کے مٹکے لا کر مدینہ کے گلیوں میں پھوڑے جانے لگے۔ اس کو ام الخبائث قرار دیا گیا۔ یہ بھی تو امن کی کوشش تھی، کیونکہ ساری دنیا میں یہی چیز فتنہ وفساد اور جنگوں کا باعث بنی ہوئی تھی۔ حضورؐ کے ذریعہ اللہ کتنا بڑا رحم کیا کہ آپ کی امت پر شراب کو حرام فرمایا اور سیدھے راستہ پر لایا۔

اس کے بعد کئی غزوات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں جنگ بدر، جنگ احد اور فتح مکہ مشہور ہیں۔ غزوات سے قبل ہمیشہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار کو امن پسند ہدایات دی جاتیں کہ پہلے ان کے سامنے پیغام امن کو پیش کرو، نہ ماننے پر تم پہل نہ کرنا بلکہ مدافعت کے ساتھ آگے بڑھنا۔ میدان جنگ میں اگر بوڑھے، بچے اور عورتیں ہوں تو ہرگز ہاتھ نہ اٹھانا۔ امن چاہنے والے کو امن دینا۔

جب مسلمان مدینہ آئے تو انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا تو مجبوراً حضورؐ کو ۳۱۳ مسلمانوں کو لے کر بدر کے مقام پر آنا پڑا۔ ادھر کافروں کی جماعت ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ ایسے وقت میں حضورؐ رب سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو ان مسلمانوں کو فتح نصیب نہ فرمائی تو تو قیامت تک نہ پوجا جائے گا جن کے پاس نہ تو تلواریں ہیں نہ تو اور ہتھیار ہیں۔ یہ دعا بڑی دردناک تھی اور اللہ تعلیٰ نے اپنی مدد شامل حال کر دی۔ ۳۱۳ مسلمانوں کے مقابلے میں ایک ہزار کافر ایسے بھاگے کہ وہ پھر واپس نہ لوٹے۔ اس جنگ میں قبیلۂ قریش کے مشہور سردار عتبہ شیبہ ابوجہل وغیرہ قتل ہوئے اور ۷۰ سے زیادہ قید کر لئے گئے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جنگ احد کا واقعہ پیش آیا اس میں بھی آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بعد جوق در جوق لوگ مسلمان ہوتے گئے۔ اس کے بعد بھی کئی مشہور جنگیں

ہوئیں ان میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا کی۔ یہاں پر جنگوں کا مطلب یہ نہیں کہ زبردستی اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا بلکہ اسلام کی خود حفاظت کے اسلام کو میدان میں اترنا پڑا۔ ورنہ اگر اسلام چاہتا تو بہت سے لوگوں کو تلوار کے ذریعہ سے اسلام قبول کرواتا۔ مگر ایسا نہ ہوا، کیونکہ یہاں پر خود امن کا پہاڑ خود حضورؐ ہی تھے۔ جن کی تعلیمات کے ذریعہ امن کے ذریعہ اسلام پھیلتا گیا کیونکہ فرمان خداوندی ہے لا اکراہ فی الدین۔

اس واقعہ کے بعد آپ ایک رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ مسلمان خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں تو آپ اپنے ساتھ چند مسلمانوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ تو کافر یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان لڑنے کے لئے آ رہے ہیں اور یہیں سے انہیں روکنا چاہا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے کوئی با اثر رشتہ دار مکہ میں رہتے تھے تو آپؐ نے حضرت عثمان کو مکہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں صرف حج کرنے لئے آئے ہیں۔ تو حضرت عثمانؓ یہ پیغام لے کر مکہ پہنچے تو کافروں نے آپ سے یہ کہا کہ آپ چاہیں تو حج کر سکتے ہیں مگر حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں حضور کے بغیر حج نہیں کر سکتا۔ تو آپ عثمان غنیؓ کو کافروں نے قید کر لیا۔ تو یہاں پر یہ قبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تو حضورؐ نے مکہ سے انّیس میل دور ہی پڑاؤ ڈال دیا اور ایک درخت کے نیچے بیعت لینے لگے کہ مسلمان کافروں کے مقابلے میں پیچھے نہیں رہیں گے۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی حضورؐ کے ساتھ بیعت کی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔

جب اس بیعت اور مسلمانوں کے عزم بالجزم کی خبر کفار کو ملی تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے روانہ کیا۔ حضورؐ تو امن پسند تھے ہی آپ نے مصالحت کر لی۔ اس صلح کو صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور بیعت کو بیعت رضوان۔ اس صلح کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبینا فرمایا کیونکہ شرائط ایسی تھیں جو دیکھنے میں مسلمانوں کو نیچا دیکھنا پڑتا تھا مگر اس میں بالکل راز اور فتح چھپی ہوئی تھی اور امن پسندی کی علامت ظاہر ہوئی کہ آپ نے صلح فرمادی اور جب تحریر کا وقت آیا تو جناب علیؓ نے تحریر کی ابتداء بسم اللہ سے شروع کی۔ کافر بڑبڑائے اور کہا کہ ہم اس بات کو مانتے تو جھگڑا کاہے کا؟ حضرت علیؓ اس کو مٹانے کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو حضورؐ نے دریافت کے بعد اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ اور انہیں کے کہنے کے مطابق من محمد بن عبداللہ سے معاہدہ شروع ہوا۔

ابھی ابھی تحریر شروع ہو رہی ہے جو ابھی اس نکتہ پر بھی نہیں پہنچے کہ مکہ سے آنے والوں کو ہم واپس نہیں کریں گے، اسی اثناء میں سہیل کے بیٹے ابو جندل پا بہ زنجیر گرفتار خون میں لت پت سارے کفار کے مصائب اسلام کی حیثیت سے سہہ کر پناہ کے لئے آئے اور سارے مسلمانوں کی آنکھوں میں اپنی رحم کی التجا کر رہے ہیں کہ مجھے کسی

حالت میں مکہ نہ بھیجا جائے۔

صحابہ بھی یہی چاہتے تھے کہ ابھی معاہدہ پورا نہ ہوا ہے تو ضرور ابو جندل کو روک لیا جا سکتا ہے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ نہیں بلکہ معاہدہ کی نیت ہم نے کر لی ہے ضرور ابو جندل کو واپس کرنا چاہیئے ضرور ان کے لئے پروردگار راستہ نکال دے گا۔ ابھی واپس ہوئے تو دو کافران کے ساتھ تھے تو راستہ میں انہوں نے ایک کو قتل کر دیا دوسرا بھاگا بھاگا حضور کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے دوبارہ واپس فرماتے ہوئے کہا کہ تم عجیب لڑائی بھڑکانے والے آدمی ہو۔ اس کے بعد کافر مدینہ جانے لگے اور بہت سے مسلمان ہونے لگے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کو چین نصیب ہوا تو آپ نے بادشاہوں کے نام خطوط روانہ کئے اور اس میں سے کئی بادشاہوں نے آپ کی عزت کی اور کئی نے اس کو ٹھکرایا۔

اس واقعہ کے بعد خالد بن ولید بھی مسلمان ہو گئے جو ایک جرّار سپہ سالار کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپ سے کئی کارنامے ظہور پذیر ہوئے۔

فتح مکّہ:

قریش کو صلح حدیبیہ کے بعد بھی چین نہ آیا، انہوں نے صلح حدیبیہ کو توڑ دیا اور کئی قبیلوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اس میں ایک قبیلہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اس کے کئی آدمی کعبہ میں جا کر پناہ لی تو انہوں نے وہیں قتل کر دیا اس واقعہ کی خبر حضورؐ کو پہنچا دی تو آپ نے قریش کے پاس پیغام بھیجا جس میں تین شرائط تھیں ۱) مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔ ۲) قریش بنو بکر کی حمایت چھوڑ دیں ۳) معاہدۂ حدیبیہ منسوخ کر دیا جائے۔ قریش نے تیسری شرط منظور کر لی۔ اب حضور دس ہزار صحابہ کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ کئی اور قبیلے بھی آکر شریک ہو گئے۔ قریش کو اس بات کا پتہ نہ تھا۔ مگر جب پتہ چلا تو تحقیق حال کے لئے ابوسفیان کو بھیجا تو اس کو کسی نے دیکھ لیا اور گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ وہی ابوسفیان جو حضورؐ کے خلاف اور حضور کو قتل تک کرنے کی کوشش کیا تھا جب حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے اس کو معاف کر دیا۔ اس بات کا اعلان کروا دیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ با امن ہوگا (یہ ہے سلوک آپکا دشمن کے ساتھ)۔ اس رحم و کرم کو دیکھ ابوسفیان مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو دوسرے دن صبح حضورؐ مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو ٹولیاں ٹولیاں بن کر مکہ میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ دیکھئے حضورؐ کی کیا ہدایات ہیں جو مکہ میں داخل ہونے کے لئے دئے جا رہے ہیں۔ جو شخص مخالفت نہ کرے اسے

مت چھیڑیں۔ عافیت کی خاطر گھر میں بند رہنے والوں سے بھر تعرض نہ کریں۔ خانۂ کعبہ میں پناہ لینے والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ حکیم بن حزّ ام اور ابوسفیان کے گھر میں پناہ لینے والوں کو بھی جان بخشی کر دی جائے۔ مقابلہ کی نوبت آئی تو دشمن کو صرف زخمی کیا جائے نہ کہ قتل کیا جائے۔ البتہ اسے قیدی بنا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو اس طرح کہ سر جھکا ہوا تھا اور زبان پر سورۂ فتح کی آیات تھیں۔ اونٹ پر آپ کے ساتھ اسامہ بن زید تھے آپ سیدھے حرم میں تشریف لے گئے۔ بتوں سے پاک کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اس موقع پر روسائے قریش صحن میں جمع تھے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اے قوم قریش! خدا نے تمہارے جاہلیت کا غرور، نسلی فخر تو دیا۔ یاد رکھو تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ رنگ و نسل اور خاندان و دولت کے تمام امتیازات کو مٹا تا ہوں۔ تمام جرائم میں نے معاف کر دئے۔ تمام انتقامات کو میں پاؤں تلے روند دیا میں کسی کا بھی خون بہا طلب نہیں کرتا جاؤ تم سب آزاد ہو اور آج کوئی مواخذہ نہیں ہے۔''

یہ تھا آپ کا رحم و کران لوگوں پر جنھوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کو دنیا کی سخت سے سخت اذیتیں دیں اور آپ کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے۔ آپ فتح مکہ کے بعد مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ قربان جایئے ان صفتوں پر کہ آپ کتنے امن پسند تھے۔ کیا ایسے بھی لوگ ہو سکتے ہیں جو فتح کے بعد ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں۔؟ جب ہم نے تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسی مثالیں ہمیں شاذ ہی مل سکیں گی جو کہ اپنے ۲۳ سالہ دشمنوں کے ساتھ کیا ہو؟

۱۱ھ میں آپ نے حجتہ الوداع ادا فرمایا اور اس میں ایک خطبہ بڑا دردناک انداز میں بیان کیا جس میں مساوات کو اور امن کو بڑی اہمیت دی اور بہت سی وصیتیں کیں۔ آپ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ آپ نے خطبہ ختم کرنے کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ اے لوگو تم سے اگر اللہ تعلیٰ سوال کرے تو تم کیا جواب دو گے تو سبھوں نے جواب دیا کہ آپ نے خدا کا پیغام ہم تک بحسن و خوبی تمام پہنچا دیا اور بہ حیثیت نبی اپنا فرض پورا کر دیا۔ اس پر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا اے اللہ گواہ رہیو۔ اے اللہ گواہ رہیو۔ اے اللہ گواہ رہیو۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ رونے لگے، کیونکہ اس میں آپ کو دنیا سے پردہ فرمانے کا اشارہ تھا۔ جب دین کامل ہو جاتا ہے تو نبی کے دنیا میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

وفات:

حجتہ الوداع کے بعد آپ کا بیشتر وقت عبادت میں گذرنے لگا۔ حج کے تیسرے مہینہ میں آپ جنت البقیع کی زیارت سے لوٹے تو آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ اور آپ نے انصار اور مہاجروں کو حسن سلوک کی وصیت کی۔ مرض کی شدت بڑھتی گئی تو آپ نے سب غلاموں کو آزاد کردیا۔ گھر میں جو کچھ تھا خیرات کردیا۔ وفات کے دن صبح آپ کی طبیعت میں کچھ سکون تھا۔ آپ حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھایا مسجد کی طرف دیکھا، نماز فجر پڑھی جارہی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ امامت فرمارہے تھے یہ منظر دیکھ کر آپ کا چہرہ بشاشت سے چمک اٹھا اور یہ الفاظ زبان پر تھے۔ بل الرفیق الاعلی الصلوۃ وماملکت ایمانکم۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی آپ کی روح رفیق اعلیٰ سے جاملی۔ ادھر صحابہ میں کہرام مچ گیا۔ جب آپ دنیا سے کوچ فرمایا تو ظہر کا وقت تھا۔ اور بارہویں ربیع الاول اور پیر کا دن اور ہجری ۱۱ تھی۔ اس کے بعد آپ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا اور اسی حجرہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

کڑوڑوں صلوۃ وسلام اس روح مقدس پر، اس وجود منور پر جس نے انسانی ذہن اور روح کو اعلیٰ ترین پاکیزگی بخشی۔ اس سعادت ورحمت کی راہ کھول دی اور بنی نوع انسان میں تئیس سال کی قلیل مدت میں روحانی انقلاب برپا کردیا جو صدیوں میں کسی سے نہ ہوسکتا تھا۔ اس ذات مقدس پر لاکھوں سلام جس نے ساری دنیا کو امن کا سبق سکھایا اور دنیا سے پردہ فرمایا۔

اللہ تعلیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حسن اخلاق کی توفیق بخشے اور آج اسی سیرت طیبہ کے پرامن طریقہ پر چلائے جو امن کا طریقہ کہ حضور نے دنیا کو اپنی ۶۳ سالہ زندگی میں عطا فرمایا اس پر ہم سب کو اور سارے مسلمانوں کو چلنے کی توفیق عنایت کرے۔ آمین ثم آمین

وآخرالدعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

کتابیات

۱) سیرۃ النبی شبلی نعمانی ۲) رحمتہ اللعالمین قاضی محمد سلمان منصور پوری ۳) رحمت عالم ۴) تاریخ الامت ۵) مسدس مدوجزر اسلام مولانا حالی ۶) ذکر جمیل اور ۷) نور ورحمت

نوٹ:۔ یہ مضمون اسلامک سٹڈیس سیمینری مدراس، مسابقہ کے لئے بھیجا گیا تھا جسے انعام دوم حاصل ہوا تھا۔